مولانا ارشاد الحق اثری

ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد

"مسند الامام زید" کی استنادی حیثیت

چند دن قبل استاد محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی نے "مسند الامام زید" نامی ایک کتاب اس غرض سے دی کہ تحقیق و تتبع کے بعد یہ بتاؤں کہ اس کتاب کی اسنادی حیثیت کیا ہے اور کتب حدیث میں اس کا کیا درجہ ہے؟ —— حسب ارشاد رات بھر کتاب کی ورق گردانی کی اور صحیح حقیقت حال سے آگاہ کر دیا۔ میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں، مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے ہدیہ نظر کر دوں۔ اس لئے کہ بعض سنی حضرات اس کتاب کی روایات سے استدلال کرتے ہیں جبکہ اہل سنت کو ان سے استدلال کرنا روا نہیں اور یہ درحقیقت بے خبری کا نتیجہ ہے —— اہل علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ جہاں کوئی فردگزاشت محسوس فرمائیں، مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم!

یہ کتاب حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف منسوب ہے جو حضرت حسینؓ کے پوتے اور فرقہ زیدیہ کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ قاضی شوکانی نے "اتحاف الاکابر فی اسناد الدفاتر" میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ علامہ زرکلی نے اس کا نام "المجموع العلمی" اور رضا کحالہ نے "المجموع الکبیر فی الفقہ" ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلے یہ کتاب قاہرہ سے ۱۹۱۹ء میں طبع ہوئی۔ علامہ شرف الدین الیمنی نے "الروض النضیر شرح مجموع الفقہ الکبیر" کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی ہے جو ۱۳۴۷ھ میں مصر سے طبع ہو چکی ہے۔ مگر افسوس کہ یہ شرح تاحال ہماری نظر سے نہیں گزری۔ اس کے بعد شیخ عبدالواسع کے حواشی سے ۱۹۶۶ء میں بیروت سے طبع ہوئی۔ ہمارے پیش نظر اس کا یہی ایڈیشن ہے۔ شیخ عبدالواسع نے لکھا ہے کہ علمائے زیدیہ کے ہاں یہ کتاب "المجموع الفقہی" کے نام سے مشہور ہے۔

بادی النظر میں یہ کتاب بڑی اہم نظر آتی ہے اور اس کی صحت کا انکار بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ جبکہ حضرت زید مسلمہ بزرگ ہیں اور اس میں وہ بواسطہ عن ابیہ عن جدہ حضرت علیؓ سے مرفوع و موقوف روایات بیان کرتے ہیں اور بسا اوقات خود حضرت زید کے فتاویٰ و اقوال بھی ہیں۔ مگر استاد محمد عجاج الخطیب اپنی

معرکۃ الآراء کتاب "السنۃ قبل التدوین" میں فرماتے ہیں کہ اس کا انتساب حضرت امام زید کی طرف صحیح نہیں ہے بلکہ کہا ہے کہ قطعی طور پر اسے امام کی تصنیف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کے الفاظ ہیں:

"ومع هذا لا يمكننا ان نقطع بان المجموع كما هو عليه الآن جمعا وترتيبا من تصنيف الامام زيد" (السنۃ قبل التدوین ص۳۷)

لیکن اگر اس بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کتاب کو روایتی و درایتی حیثیت سے پرکھا جاتا ہے تو بھی اس کا مقام پایہ ثبوت سے گرا ہوا نظر آتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ کتاب تنہا ابو خالد عمرو بن خالد واسطی کی روایت سے ہے۔ چنانچہ ان کا اپنا بیان ہے:

"سمعنا كل هذا الكتاب ... وجمعه في الذي من اصحاب زيد بن علي عليهما السلام ممن سمعه الا ... غيري" (مسند زید ص۳۸)

اور وہی اہل سنت کے ہاں بالاتفاق قابل اعتماد نہیں۔ محدثین نے اسے کذاب اور وضاع قرار دیا ہے اور کسی قابل اعتبار قول اس کی توثیق میں منقول نہیں۔ امام ابن معین فرماتے ہیں:

"کذاب غیر ثقۃ ولا مامون" امام ابو زرعہ اور امام اسحاق کا قول ہے "کان یضع الحدیث" امام نسائی، امام ابو حاتم اور امام دارقطنی فرماتے ہیں "وہ متروک ہے" امام وکیع فرماتے ہیں: "وہ ہمارا پڑوسی تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا" امام احمد کا قول ہے "یروی عن زید بن علی عن آبائہ احادیث موضوعۃ یکذب" کہ "وہ زید بن علی عن آبائہ کی سند سے موضوع روایات بیان کرتا اور جھوٹ بولتا تھا۔ امام حاکم فرماتے ہیں: "یروی عن زید بن علی الموضوعات"۔

ائمۂ اخرین کے یہ اقوال تہذیب ص ۲۶ ج ۸، میزان ص ۲۵۷ ج ۲، المغنی ص ۴۸۱ ج ۲ وغیرہ کتب رجال میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ امام بیہقی اپنی سنن میں فرماتے ہیں:

"عمرو بن خالد الواسطی معروف بوضع الحديث كذبه احمد ويحيى بن معين وغيرهما من ائمة الحديث ونسبه وكيع بن الجراح الى وضع الحديث" (السنن الکبریٰ ص ۲۲۸)

قارئین کرام متنبہ رہیں کہ امام بیہقیؒ نے جس روایت پر بحث کرتے ہوئے خالد پر یہ جرح فرمائی ہے وہ "عن زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی" کے طریق ہی سے مروی ہے۔ امام ابو حاتم اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

"باطل لا اصل لہ وعمرو بن خالد متروک الحدیث" (العلل لابن ابی حاتم ص۴۶۶ ج ۱)
اسی روایت کے متعلق امام ابن حزم کی رائے بھی پڑھ لیجئے، فرماتے ہیں:
"ھذا خبر لا تحل روایتہ الا علی بیان سقوطہ لانہ انفرد بہ ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی وھو مذکور بالکذب" (المحلی ص۵۵ ج ۲)
جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محدثین عظام کے ہاں بالاتفاق عمرو بن خالد ناقابلِ اعتبار ہے۔ البتہ زیدیہ کے ہاں اس کی توثیق منقول ہے" رجال کشی ص ۲۲۳ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اور تنقیح المقال جو شیعہ رجال کی معروف کتاب ہے، میں لکھا ہے کہ اس کی حجیت پر اتفاق ہے۔ مگر یہاں یہ بات بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ اس کتاب کی بعض روایات ایسی ہیں جو حضرت محمد باقر کی مرویات کے مخالف ہیں جنہیں امامیہ امام باقر سے بواسطہ عن ابیہ عن جدہ" حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ یعنی اسی واسطہ سے جیسے زیدیہ حضرت زید سے بواسطہ عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ احمد امین مصری لکھتے ہیں:
"وبعض ما روی فی ھذا الکتاب عن زید عن ابیہ (علی زین العابدین) عن جدہ (الحسین) عن علی یخالف ما یرویہ الامامیۃ عن الامام الباقر عن ابیہ (علی زین العابدین) عن جدہ عن علی" (ضحی الاسلام ص۲۷۶ ج ۳)
بنابریں خود زیدیہ اور امامیہ کے مابین اس کی بعض مرویات کے متعلق اختلاف ہے۔ زیدیہ اپنے روات (عمرو بن خالد) کو ثقہ بتلاتے ہوئے مسند زید کی مرویات کو ترجیح دیتے ہیں اور امامیہ اپنے روات کو۔
شیخ عبدالواسع نے اپنے پیش رو حضرات کی طرح مسند زید کو حدیث کی معتبر کتاب ثابت کرتے اور عمرو بن خالد کی توثیق میں بڑی دور اندیشی سے کام لیا ہے۔ فرماتے ہیں:
"امام ابن ماجہ نے اس (عمرو) سے روایت لی ہے۔ امام حاکم نے معرفت علوم الحدیث میں النوع العاشر کے تحت اس کی ایک مسلسل روایت ذکر کی ہے یحیٰی بن مساور فرماتے ہیں: "لا یطعن فیہ الا رافضی او ناصبی" (مقدمہ مسند ص ۱۳)
مگر یہ ساری کوشش ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مصداق ہے۔ جبکہ یحیٰی بن مساور کا نام متداول کتب جرح میں منقول ہے۔ پھر یحیٰی بجائے خود کذاب ہے جیسا کہ میزان صفحہ ۴۰۸ ج ۴ اور لسان المیزان ص ۲۷۷ ج ۶ میں ہے۔ علامہ ابن عراق نے بھی وضاع اور کذاب راویوں کی

فہرست میں اسے شامل کیا ہے ۔ ملاحظہ ہوں تنزیۃ الشریعۃ صفحہ ۱۲۸ ۔ تبلایا جائے کہ اس کذاب کے قول کو ائمہ حدیث کے اقوال کے مقابلہ میں پیش کرنا کہاں کی دیانت و شرافت ہے؟ اسی طرح امام ابن ماجہ کا اس سے سنن میں روایت لینا توثیق کی دلیل نہیں ۔ بالخصوص جبکہ محدثین کرام کے اقوال سے اسکا کذاب ہونا ثابت ہے ۔ اور نہ ہی امام ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے روایت کا اہتمام کیا ہے بلکہ اس میں مجہول، متروک اور کذاب راویوں سے روایات بھی موجود ہیں ۔ چنانچہ جعفر بن الزبیر، عبدالرحیم بن زید العمی، عبداللہ بن محرر، عبدالرحمان بن الضحاک، عبدالوہاب بن مجاہد وغیرہ کا شمار انہی کذاب راویوں میں ہوتا ہے جن سے امام ابن ماجہ نے روایت لی ہے ۔ جناب مولانا عبداللہ بن مراد علی پاکستانی نے اپنے مقالہ " المتروکون الذین تفردبہم ابن ماجۃ " میں ۸۰ متروک اور کذاب راویوں کی نشان دہی کی ہے ۔ جناب شیخ ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

رہے امام حاکم، تو انہوں نے خود کہا ہے کہ جھوٹا ہے بلکہ معرفت علوم الحدیث میں صفحہ ۳۴ کی اس نوع کے اختتام پر انہوں نے وضاحت بھی کر دی ہے کہ :

" انی لا أحکم لبعض ھذہ الاسانید بالصحۃ "

لہٰذا ان کا نام لینا بھی محض دل کے بہلاوے کا سامان مہیا کرنا ہے ۔

الغرض ان گھسے پٹے اقوال سے خالد کی توثیق ثابت نہیں ہو سکتی ۔ ائمہ محدثین جن کی جلالت پر امت کا اتفاق ہے، کے اقوال کو ظلم تعدی پر محمول کرنا بدترین جسارت ہے ۔ شیخ عبدالواسع نے مقدمہ میں جو ظلم ڈھایا اور جس انداز سے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی، اس کی پردہ دری سر دست ہمارے موضوع سے خارج ہے ۔ البتہ ان کے علم و فکر کا اندازہ اس سے کریں کہ وہ حدیث سفینہ (اھل بیتی فیکم کسفینۃ نوح، عن ابی ذر) کو صحیح مسلم اور سنن کی روایت قرار دیتے ہیں ۔ (مقدمہ مسند زید ص۱۱) حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس روایت کے متعلق فرما چکے ہیں کہ :

" لا یعرف لہ اسناد صحیح ولا ھو فی شیٔ من کتب الحدیث التی یعتمد علیہا فان کان قد رواہ مثل من یروی امثالہ من حطاب اللیل الذین یروون الموضوعات فھذا مما یزیدہ وھنا " (منہاج السنۃ ص ۱۰۵ ج۴)

حدیث کے طالب علم کی خدمت میں مزید گزارش ہے کہ خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ ص ۵۷۳ میں

جو اس روایت کو مسند احمد کی طرف منسوب کیا، یہ بھی صحیح نہیں۔ مسند امام احمد میں یہ روایت قطعاً نہیں۔ حضرت ابوذرؓ کی تمام مسند کو سطر بہ سطر دیکھا مگر کہیں یہ روایت نظر نہیں آئی۔ علامہ ہیثمی، علامہ سیوطی اور علامہ ابن حجر ہیثمی نے اپنی تصانیف (مجمع الزوائد، الجامع الصغیر، الصواعق المحرقہ) میں اس روایت کا انتساب مسند احمد کی طرف نہیں کیا جس سے ہمارے شبہ کو مزید تقویت ملی۔ بالآخر عہدِ حاضر کے نامور محدث علامہ شیخ ناصر الدین البانی کا وضاحتی نوٹ بھی مل گیا کہ:

«ولیس الحدیث فیہ مطلقاً لا من حدیث ابی ذر ولا من حدیث غیرہ» (حاشیہ مشکوٰۃ للالبانی ص۲۶۵، ج۳)

الغرض شیخ الاسلام کا فرمان صحیح ہے کہ کسی معتمد کتاب میں یہ روایت موجود نہیں بلکہ یہ روایت ثالثہ یا رابعہ طبقہ کی کتبِ حدیث میں پائی جاتی ہے۔ مگر صد حیف شیخ عبدالواسع کی جرأت پر کہ اسے صحیح مسلم اور سنن اربعہ کی روایت بتلاتے ہیں۔

شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ متاخرین ائمہ اہل بیت (زیدیہ) اس پر اعتقاد کا اظہار کرتے آئے ہیں۔ مگر یہ بھی صحیح نہیں۔ جبکہ علامہ شوکانی جنہیں معصوم ائمہ زیدیہ میں شمار کرتے ہیں (مقدمہ مسند ص۲۹) نے عمرو بن خالد کو متروک اور ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث «لا یکون مہر اقل من عشرۃ دراہم» (مسند زید ص۳۰۳) جو حضرت علیؓ سے چند اسانید سے مروی ہے، پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«وروی ایضاً عن علی علیہ السلام من طرق فیہا ابو خالد الواسطی فہی طرق ضعیفۃ لا تقوم بہا حجۃ» (نیل الاوطار ص۱۶۷ ج۶)

اسی طرح "الصلاۃ علی السقط والطفل" ص۴۶ ج۴ کے تحت فرماتے ہیں:

«عمرو بن خالد متروک»

خلاصہ کلام کہ کتاب کا مرکزی راوی کذاب اور وضاع ہے۔ اسی سے کتاب کی پوزیشن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ماضی قریب کے نامور محدث استاد احمد محمد شاکر فرماتے ہیں:

ابو خالد ہذا وضاع ... واحادیثہ التی یرویہا ہی التی عرفت باسم «مسند زید» او «المجموع الفقہی» ... ومما یؤسف لہ ان یقرظہ بعض افاضل العلماء من شیوخنا علماء الازہر غیر متحرین معرفۃ ما فیہ من الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ناظرین الی عاقبۃ وثوق العامۃ۔ ممن لا یعرف الصحیح

من السقیم۔ بوجود توقیعاتہم علی من الغم لعن ہ الاکاذیب ومنہ الامر من قبل و من بعد" (التعلیق علی المحلی ص ۷۵ ج ۲)

خالد کے علاوہ عبدالعزیز بن اسحاق بن البقال، جسے کتاب کا جامع قرار دیا گیا ہے، وہ بھی غالی شیعہ تھا۔ حافظ ابن ابی الفوارس فرماتے ہیں:

"لہ مذہب خبیث ولم یکن فی الدرایۃ بذاک سمعت منہ احادیث ردیۃ"

(لسان ص ۲۵ ج ۴، تاریخ بغداد ص ۴۵۸ ج ۱۰)

ناظرین کرام یہ کیفیت ہے اس کی روایتی پہلو کی کہ اس کا مرکزی راوی کذاب، وضاع، مسلکاً شیعہ اور جسے اس کتاب کا جامع کہا گیا ہے وہ بھی ضعیف اور شیعہ اور زیدیہ کا ترجمان۔ اس کے غلو کا اندازہ کیجئے کہ حضرت علیؓ کے علاوہ کسی صحابی کی کوئی روایت اس میں منقول نہیں۔ اور پھر اس کے تشیع کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جو خالص شیعہ فکر کی آئینہ دار ہیں۔ مثلاً:

۱۔ حضرت علیؓ سے ہے کہ:

"قال لی رسول اللہ انت اخی ووزیری وخیر من اخلفہ بعدی بحبک یعرف المؤمنون" الخ (مسند زید ص ۴۰۵)

خط کشیدہ الفاظ خالصتاً شیعہ فکر کا نتیجہ ہیں اور صحاح کی روایات کے خلاف ہیں جو حضرت علیؓ سے مرفوعاً و موقوفاً مروی ہیں۔ جیسا کہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

۲۔ حضرت علیؓ سے ایک روایت یوں ہے:

"قال لی ربی لیلۃ اسری بی من خلفت علی امتک یا محمد قال قلت انت اعلم یارب قال یا محمد انی انتخبتک برسالتی واصطفیتک لنفسی فانت نبی وخیرتی من خلقی ثم الصدیق الاکبر الطاہر المطہر الذی خلقتہ من طینتک وجعلتہ وزیرک وابا سبطیک السیدین الشہیدین الطاہرین المطہرین سیدی شباب اہل الجنۃ وزوجتہ خیر نساء العالمین انت شجرۃ وعلی اغصانہا وفاطمۃ ورقہا والحسن والحسین ثمارہا خلقتکم من طینۃ علیین وخلقت شیعتکم منکم انہم لو ضربوا علی اعناقہم بالسیوف لم یزدادوا لکم الا حبا قلت من الصدیق الاکبر؟ قال اخوک علی بن ابی طالب قال بشرنی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابنای الحسن والحسین منہا وذالک قبل الہجرۃ بثلاثۃ احوال"

(مسند زید ص ۴۰۵)

ہم ناظرین کرام سے معذرت خواہ ہیں کہ تقاضائے اختصار کے باوجود مجبوراً پوری روایت نقل کرنا پڑی کیونکہ حقیقۃ الامر کی وضاحت کے لئے اس کے بغیر کوئی صورت بھی نہ تھی۔ پوری روایت پر غور فرمائیں تبلایا گیا ہے کہ:

۱۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق میں سب سے افضل حضرت علیؓ ہیں۔

۲۔ حضرت علیؓ طاہر و مطہر اور آپؐ کے وزیر ہیں۔

۳۔ حضرت حسنینؓ بھی طاہر و مطہر ہیں۔

۴۔ سیدہ فاطمہؓ جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔

۵۔ آپؐ کی مثال درخت کی مانند ہے اور دیگر اہل بیت بمنزلہ ٹہنیوں، پتوں اور پھولوں کے ہیں۔

۶۔ شیعان اہل بیت اسی گھرانے سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر ان کی گردنیں تلوار سے ماری جائیں تو بھی انکی تمہارے ساتھ محبت بڑھے گی۔

۷۔ روایت میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اس کی بشارت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت سے تین سال پہلے دی۔ تاریخی طور پر یہ جملہ بھی قابلِ غور ہے جبکہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل ہوئی اور روایت میں تصریح ہے کہ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات آپؐ کو بتلائیں۔ قبل معنی بعد لئے جائیں تو پھر واقعات کے بعد خوشخبری کے کیا معنی؟ لہٰذا جہاں یہ روایت تاریخی طور پر محل نظر ہے اس کے الفاظ بھی خالص شیعہ فکر کی ترجمانی کرتے ہیں۔ الموضوعات ابن جوزی اللآلی المصنوعہ اور تنزیہ الشریعہ میں اس روایت کے متفرق اجزا دیکھے جا سکتے ہیں۔ پھر صحیح احادیث بھی اس کے معارض ہیں اور اہلِ علم ان سے بخوبی واقف ہیں۔

علاوہ ازیں کتاب میں ایسی روایات ہیں جو ایک قاری کے ذہن میں شکوک پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"ثلاث من اخلاق الانبیاء علیہم الصلوٰۃ تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الکف علی الکف تحت السرۃ"۔ (مسند زید ص ۲۰۴، ۲۰۵)

اہل علم سے مخفی نہیں کہ اس موضوع کی روایات حضرت عائشہؓ سے سنن سعید بن منصور، بیہقی اور المحلی میں حضرت ابو الدرداءؓ سے طبرانی میں، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے دارقطنی میں مروی ہیں۔ ان کی اسنادی پوزیشن جیسی بھی ہے، ہمیں اس سے بحث نہیں۔ لیکن ان میں "تحت السرۃ"

کے الفاظ نہیں۔ البتہ حضرت انس رضؓ کی روایت میں یہ الفاظ ضرور ہیں (المحلی صـ۱۱۳، ج ۳) مگر اس کی کوئی سند امام ابن حزم رحؒ نے ذکر نہیں کی (مسند زید کی یہ روایت بادی النظر میں صحیح ہے۔ مگر کیا کیا جائے اس پر حنفی مکتبِ فکر کے ایک فاضل بزرگ علامہ امیر ابن الحاج رحؒ یہ ریمارک دے چکے ہیں کہ:

"لم یعرف المخرجون فیہ لا مرفوعا ولا موقوفا لفظ تحت السرۃ"

(فوز الکرام قلمی)

اسی طرح اس میں حضرت علی رضؓ سے ایک روایت یوں مروی ہے:

"لما حضرت غزوۃ دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودعا زیدا وجعفرا فعرض علی جعفر ان یستخلفہ علی المدینۃ واہلہ" الخ

یہ روایت غزوہ تبوک سے متعلق ہے جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ "انما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الخ" سے مفہوم ہوتا ہے۔ شیخ عبدالواسع نے بھی حاشیہ میں اس خیال کا اظہار فرمایا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر تو غزوۂ تبوک سے ایک سال قبل جنگِ موتہ میں ۸ھ کو شہید ہو گئے تھے۔ جبکہ غزوۂ تبوک ۹ھ میں ہوا تھا۔ لہٰذا تاریخی اعتبار سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ورنہ ثابت کیا جائے کہ یہ "زید" اور یہ "جعفر" کون تھے؟ اور ان کا خاندانِ نبوت سے کیا تعلق تھا کہ گھر میں انہیں نائب مقرر کیا جا رہا تھا؟

ہماری ان مختصر گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس مسند کا انتساب حضرت زید کی طرف محلِ نظر ہے۔ اس کا جامع اور پہلا راوی دونوں شیعہ ہیں۔ محدثین نے انہیں متروک اور کذاب کہا ہے اور ان کی روایات کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھا۔ اور بعض داخلی شہادتیں بھی اس کے ناقابلِ اعتبار ہونے کا ثبوت بہم پہنچاتی ہیں۔ بنا بریں اہلِ سنت کو اس کی احادیث سے استدلال روا نہیں اور نہ اس کا شمار اہلِ سنت کی کتبِ حدیث میں ہوتا ہے۔ البتہ زیدیہ اسے اپنی امہات الکتب میں شمار کرتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب!

معذرت اور درخواست دعائے صحت

مئی ۷۸ء کا شمارہ مینجر ترجمان کی علالت کے باعث شائع نہیں ہو سکا لہٰذا مئی، جون کا شمارہ اکٹھا شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ اپنے قارئین سے جہاں معذرت خواہ ہے وہاں یہ درخواست بھی کرتا ہے کہ ان کی شفائے عاجلہ و کاملہ کیلئے رب العزت کی بارگاہ میں خلوصِ دل سے دعا فرمائیں، جزاکم اللہ!

(ادارہ)